Majallah-yi Talim o Tahqiq

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem, Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مجلہ تعلیم و تحقیق

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ-۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 4,Vol 4, OctoberDecember,2022

شمارہ ۴، جلد ۴، اکتوبر—دسمبر، ۲۰۲۲

ڈاکٹر فضل الرحمن (1919ء-1988ء) کے فقہی و تجددی رجحانات کا جائزہ

Review of jurisprudence and modern tendencies of Dr. Fazlur Rahman

.(1988-1919)

حق نواز[1]

ڈاکٹر حمیرا احمد[2]

Keywords:

fiqh,hadith,ajtihad,mahaj,ajma,qiyas,usool e harkat.

Abstract:

Dr Fazlur Rahman, a learned Pakistani Islamic scholar is known for his modernist approaches towards the interpretation of Qur'an , Sunnah and subsequently ijtihad. This article is an insight into his thought on the idea of conducting Ijtihad and other related concepts. He asserts the interpretation of Quran should be done holistically while keeping in mind the contextual issues and problems. This process of interpreting according to context is for him is the Ijtihadi movement.For him, Ijtihad is an effective exercise which revolutionizes the society in accordance to Quranic teachings and Sunnah. He also does not accept the notion of closing of the doors of Ijtihad.

[1] -پی، ایچ، ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

[2] -ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

تعارف وتمہید

ڈاکٹر فضل الرحمن کی پیدائش 21 ستمبر 1919ء کو پاکستان میں ہوئی۔حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کے بعد 1942ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔جبکہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے 1949ء میں ڈی فل کی ڈگری حاصل کی۔1950ء سے 1958ء میں ڈرہم یونیورسٹی میں فارسی اور اسلامی فلسفہ کی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔پھر 1958ء میں مونٹریال کی میک گل یونیورسٹی میں اسلامک ڈیپارٹمنٹ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔پھر پاکستان تشریف لائے اور 1962ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر جنرل مقرر ہوئے جہاں انہوں نے اسلامی تاریخ ،فلسفہ، قانون اور فقہ اسلامی میں تحقیق کا دائرہ کار بڑھانے پر خوب زور دیا۔1969ء میں شکاگو یونیورسٹی میں اسلامی فکر کے پروفیسر مقرر ہوئے۔اپنی زندگی میں انھوں نے تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔چند اہم تصانیف یہ ہیں ہے۔

Islam and Modernity, Ijtihad challenges and Response, Islamic Methodology in History ,

26 جولائی 1988ء میں دل کی سرجری کی پیچیدگیوں کے باعث 8 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔[3]

ڈاکٹر فضل الرحمن دینی معاملات میں مستقل رائے رکھنے والی شخصیت ہیں۔روایتی علماء کے نزدیک ایک متنازعہ شخصیت ہیں۔اجماع واجتہاد اور سود کے حوالہ سے ان کی تحریروں پر بھی شدید رد عمل آیا۔البتہ ڈاکٹر صاحب کو چاہنے والے توان کو اس صدی کا سب سے بڑا مفکر اور عالم سمجھتے ہیں۔ان کی کتاب کے مترجم محمد کاظم لکھتے ہیں

"ان کے سارے کام کو دیکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ اس صدی میں ان جیسا عالم، مفکر اور محقق اسلام کو شاید بھی میسر آیا ہوں"[4]

اجتہاد کا دائرہ کار

ڈاکٹر صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام کے نظام میں بنیادی مرتبہ اور مقام قرآن پاک کو حاصل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس پر بہت زور دیا۔جبکہ تفسیر قرآن کے حوالے سے انہوں نے من حیث المجموع تفسیر کرنے پر زور دیا۔وہ کہتے ہیں کہ تاریخ اسلام ہمیں یہ بتاتی ہے کہ قرآن کو سرسری یا ٹکڑے ٹکڑے کرکے سمجھا اور پڑھا گیا ہے مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن پاک کو مجموعی طور پر مخصوص حالات کی روشنی میں سمجھا جائے۔پھر ان مقاصد کو مد نظر رکھ کر مسائل حل کئے جائیں اس حرکت کو حرکت اجتہاد کہتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

The intellectual inter endeavour of jihad elements of both the moments- past and present is technically called Ijtihad, which means the effort to understand the meaning of a relevant text or president in the past containing a rule and to enter the rule by extending or restricting or otherwise modifying it in a such manner that a new situation can be subsumed under it by a situation. This definition itself implies

---

[3] http://alsharia.org/2022/oct/dr-fazlurrehman-afkaar-1-m-yunus-qasmi۔

[4]۔ڈاکٹر فضل الرحمان، **اسلام اور جدیدیت**، مترجم: محمد کاظم (لاہور: مشعل آر بی 5- عوامی کمپلیکس عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن)، ص 18

that a text or president can be generalized as a principal and that can be formulated as a new rule[5]

ترجمہ: ماضی اور حال دونوں کے جہادی عناصر کی فکری باہمی کوشش کو تکنیکی طور پر اجتہاد کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ماضی میں کسی متعلقہ متن یا حال کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش ہے۔ جس میں ایک قاعدہ ہے اور اس میں توسیع یا پابندی لگا کر قاعدہ میں داخل ہونا ہے۔ بصورت دیگر اس میں اس طرح ترمیم کرنا کہ ایک نئی صورت حال کو کسی صورت حال کے تحت اس میں سمویا جائے۔ یہ تعریف خود یہ ظاہر کرتی ہے کہ کسی متن کو بطور پرنسپل عام کیا جا سکتا ہے اور اسے ایک نئے اصول کے طور پر وضع کیا جا سکتا ہے۔

یعنی عقلی سعی جس میں حرکت کی دونوں جہتوں کے تعلقی عناصر شامل ہوتے ہیں کسے تکنیکی طور پر اجتہاد کہا جا سکتا ہے۔ جس کے معنی ہیں قرآن کی کسی نص یا ماضی کی کسی نظیر کو جس کے اندر ایک قانون موجود ہو سمجھنے کی کوشش کرنا اور اس کے اندر ہر موجود قانون کو وسیع کرتے ہوئے یا محدود ہوئے یا کسی دوسری طرح سے اس میں ردوبدل کرتے ہوئے اس طرح سے تبدیل کرنا ایک ایک نئی صورتحال ایک نئے حل کے ذریعے اس دائرے میں سما جائے۔ خود یہ تعریف اپنے اندر یہ مفہوم رکھتی ہے کہ کسی نظیر نظیر کو بطور ایک اصول کے عمومی صورت دی جا سکتی ہے اور وہ اصول پھر بطور ایک نئے قانون کے تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

اجتہاد اور تعمیر نو میں فرق

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اجتہاد کے بارے میں بہت سے غلط رجحانات قائم ہو چکے ہیں یوں سمجھا جانے لگا ہے کہ اجتہاد کا مقصد خدانخواستہ قرآن وحدیث کے احکام کو آسانیوں میں تبدیل کرنا ہے۔ حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ اجتہاد کا مقصد معاشرے میں اور فرد میں ایسے انقلابات لانا کہ جو قرآن وسنت سے مطابقت رکھتے ہوں اور حالات کے تقاضے بھی پورے کریں۔

Many exponents of Ijtihad fail to understand and appreciate that Islam is not a weather clock which turns its with the slap of every gust of the wind of change. Islam's mission on the contrary is to change the individual ,society and the entire world in consonance with the immutable values and universally valid norms of conduct enshrined in the Divine imperatives and injuncions of Quran and sunnah that forms the constants of Islam which even the holy prophet is not entitied or empowered to change.[6]

ترجمہ: اجتہاد کے بہت سے مفسرین اس بات کو سمجھنے اور اس کی تعریف کرنے میں ناکام ہیں کہ اسلام کوئی موسمی گھڑی نہیں ہے جو تبدیلی کی ہوا کے ہر جھونکے کے تھپڑ سے پلٹ جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا مشن فرد، معاشرہ اور پوری دنیا کو ان غیر متغیر اقدار اور عالمی طور پر درست طرز عمل کے مطابق بدلنا ہے جو کہ قرآن وسنت کے احکام الٰہی میں درج ہیں جو اسلام کے استحکام کو تشکیل دیتے ہیں حتیٰ کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تبدیل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

---

[5] Fazlur Rahman, *Islam and Modernity: Transformation of an Intellectual Thought* (Chicago: University of Chicago Press, 1982), 7-8-

[6]- Fazlur Rahman, "Ijtihad challenges and Response, *Sharia perspective* 3, issue 1 (1980): 07.

ڈاکٹر صاحب قرآنی نصوص سے قواعد اخذ کرنے پر زور دیتے ہیں۔ سابقہ فقہاء کرام نے جو راہ نکالی اور جس انداز میں اجتہاد کیا اس کام کو مزید آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ کہتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت جیسے قوانین سے حکمرانوں نے فائدہ اٹھایا مگر ان اصولوں کو وسیع کرنے کے بجائے خود ساختہ قوانین لاگو کر دیئے جو نہ تو اسلامی تھے اور نہ مکمل لادینی لکھتے ہیں۔

There was nothing inherently wrong with these two principles themselves provided their actual application has been reasond on shariah bases but when rulers begin to feel free to promulgate their own laws, based on the principles of social necessity and public interest in the absence of any reformulation or rethinking of Islam law the results were disasters for Islamic law itself.What was required but never achieved was a constant reformation and expansion of Islamic law that would have preserved its integrity and efficacy [7]

ترجمہ: خود ان دونوں اصولوں میں فطری طور پر کوئی غلط بات نہیں تھی بشرطیکہ ان کا اصل اطلاق شرعی بنیادوں پر کیا گیا ہو لیکن جب حکمران کسی اصلاح کی عدم موجودگی میں معاشرتی ضرورت اور مفاد عامہ کے اصولوں پر مبنی اپنے قوانین خود نافذ کرنے میں آزادی محسوس کرنے لگیں۔ اسلام کے قانون پر دوبارہ غور کرنے کے نتائج خود اسلامی قانون کے لیے تباہ کن تھے۔ جس چیز کی ضرورت تھی لیکن کبھی حاصل نہ ہو سکا وہ اسلامی قانون کی مستقل اصلاح اور توسیع تھی جو اس کی سالمیت اور افادیت کو محفوظ رکھتی۔

"ضرورت اور مصالح" کے تحت جو اصول بنائے گئے ان کی عقلی توجیہ شرعی بنیادوں پر ہوتی تو خرابیاں پیدا نہ ہوتیں مگر جب ایسا نہ کیا گیا تو تباہ کن نتائج ثابت ہوئے. اس صورتحال کے باوجود قانون اسلامی کی سالمیت کے لئے اور اس کو وسعت دینے کے لئے کام نہ کیا گیا۔ یعنی باوجود ضرورت شدیدہ کے اجتہاد پر عمل نہ ہو پایا اس لئے ڈاکٹر صاحب اجتہاد کے دروازے بند ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور اس نظریہ پر شدید تنقید کرتے ہیں وہ اس رجحان کو جمود اور زوال امت کا سبب قرار دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرے کی نشوونما رک گئی۔

The gate of Ijtihad never formally closed but that a gradual contraction of thinking occurred over a period of several centuries.Through various causes and that hence the treatment of Ijtihad in the justice literature became rather formal even at the hands of liberal medieval thinkners.. [8]

ترجمہ: اجتہاد کا دروازہ باضابطہ طور پر کبھی بند نہیں ہوا لیکن یہ کہ سوچ کا بتدریج سکڑاؤ کئی صدیوں کے عرصے میں رونما ہوا، مختلف اسباب کی وجہ سے اور اس وجہ سے انصاف کے ادب میں اجتہاد کا علاج قرون وسطی کے لبرل مفکرین کے ہاتھوں بھی رسمی بن گیا۔

---

7 ۔*Islam and Modernity*, 30.

8۔ Fazlur Rahman *Islamic Methodology in History* (Islamabad: Islamic research Institute, 1984), 150.reprint,1984,P.150

ڈاکٹر صاحب کا ضرورت و مصلحت کا بالکل انکار کرنا قرآن وسنت کی واضح نصوص کے خلاف ہے۔ہاں البتہ ہر ہر معاملہ میں سہولت اختیار کر کے تساہل پسندی کا شکار ہو جانا شرعی اصولوں کے خلاف ہے۔ مگر تخفیف کا سرے سے انکار خلاف واقعہ ہے۔اس کی تفصیلی اسی باب کی مقاصد شریعت کی فصل میں بیان کی جائے گی۔

اجتہاد کی اہلیت

اجتہاد کی اہلیت کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کا رجحان بہت وسیع ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اجتہاد کی شرائط کو پورا کرنا ناممکن ہے۔ لکھتے ہیں۔

Theoretically speaking the conditions of Ijtihad are not after all too difficult of attainment."[9]

ترجمہ: نظریاتی طور پر اجتہاد کی شرطیں حاصل کرنا م بہت مشکل نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اجتہاد ہر ایک کیلئے لازمی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کے لئے بھی لازم تھا۔البتہ لوگوں کی استعداد مختلف ہونے کی وجہ سے اقسام مختلف ہو جائیں گی۔

"So as the ordinary Muslim is concerned it will be varying of qualities due to the capacities of people but the important point to note is that every body must exert itself."[10]

ترجمہ: توجیسا کہ عام مسلمان کا تعلق ہے اس میں لوگوں کی صلاحیتوں کی وجہ سے خوبیاں مختلف ہوں گی لیکن قابل غور نکتہ یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنی محنت کرنی چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب کے مطابق ہر شخص اجتہاد کر سکتا ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اجتہاد کی صلاحیت نہیں رکھتے مگر ان میں بھی اتنی اہلیت بہر حال موجود ہے کہ وہ اپنے احوال کے مناسب قابل تقلید آراء کا انتخاب کر کے اس پر عمل کر سکیں۔

اس بحث سے جو بات بہت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اجتہاد کا دروازہ ایسا کھولا کے جس دروازہ پر کوئی دربان بھی نہیں کہ جو آنے والے سے کم از کم پوچھ کچھ ہی کر سکے کے جو آنا چاہے ہر ایک کو اجازت ہے اگر یہ رجحان اسی انداز میں رائج ہو جاتا ہے تو پھر موجودہ صورتحال سے بھی بڑا نقصان ہو گا اور تحریف دین کے دروازے کھل جائیں گے۔ جس طرح ایک دیوار تعمیر کرنے کے لئے ہم اس فن کے ماہر کا انتخاب کرتے ہیں ورنہ دیوار گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی طرح دین جیسے اہم معاملے کو نااہل لوگوں کے سپرد نہیں کیا جاسکتا۔

9- Ibid., 172.

10 -Ibid., 158.

اجتہاد کے ذریعے نصوص میں گنجائش کا جائزہ

قرآن و سنت پر عمل کرنے کے حوالہ سے ڈاکٹر صاحب نے عجیب رجحان پیش کیا وہ قرآن پاک کے الفاظ سے براہ راست استنباط کے بجائے درمیان میں واسطہ کے قائل ہیں۔ان کے مطابق قرآن و سنت کی لفظی اتباع کے بجائے ان سے عمومی اصول اخذ کئے جائیں اس نظریے پر نصوص میں بڑی لچک پیدا ہو جائے گی۔ کہتے ہیں۔

The process of interpretion........[11]

یعنی قرآن مجید کی تشریح کا جو طریقہ کار تجویز کیا جارہا ہے وہ دوہری حرکت پر مشتمل ہے۔

1۔ موجودہ صورتحال سے نزول قرآن کے زمانے تک۔

2۔اس زمانے سے عصر حاضر تک۔

جن دو حرکتوں کا ذکر ہوا ان میں پہلی حرکت دو مرحلوں پر مشتمل ہے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ایک آیت کے معنی و مفہوم کو اس وقت کی تاریخی صورتحال اور اس مسئلے کے مطالعے سے سمجھا جائے۔ جس کا وہ آیت جواب تھی۔البتہ مخصوص حالات سے پہلے وسیع اور مجموعی صورتحال کا مطالعہ کرلیا جائے۔ یہ دیکھا جائے کہ اسلام اور قرآن کے نزول کے وقت مکہ اور اس کے اطراف کی کیا صورتحال تھی۔ پہلی حرکت کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ قرآن کے معنی کو مجموعی طور پر سمجھا جائے۔ان مخصوص ہدایات کی روشنی میں بھی جو حالات کی خاص صورتوں کے جواب میں دی جاتی ہیں۔دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ ان مخصوص ہدایات کو ایک عمومی صورت دی جائے اور ان کو عام اخلاقی و معاشرتی مقاصد کو بیان کرنے کے لئے پیش کیا جائے۔ جو سماجی،تاریخی پس منظر اور قانونی دلیلوں کی روشنی میں خاص آیات سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

دوسری حرکت اس عمومی منظر سے اس مخصوص منظر کی طرف ہوتی ہے جس کو اب تشکیل دینا ہے یعنی عمومی اصولوں اور قدروں کو موجودہ تاریخی حالات پر منطبق کرنا۔

ڈاکٹر صاحب کا منہج استدلال

ڈاکٹر صاحب کا منہج استدلال روایتی مکاتب فکر سے بالکل منفرد تھا۔ سنت،اجماع اور اجتہاد کے حوالہ سے ان کے رجحانات پر ان کے خلاف شدید رد عمل آیا یہاں تک کہ ان کو مستقل پاکستان کو خیر آباد کہنا پڑا۔

قرآن پاک سے استدلال

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک اس منہج کی اہمیت اس قدر ہے کہ وہ اجتہاد کا مکمل انحصار قرآن پاک پر ہی کرتے ہیں۔اس سلسلے میں وہ قرآن پاک کی روح سمجھنے پر زور دیتے ہیں،شان نزول کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔ لیکن شان نزول کے حوالے سے بھی ان کو مفسرین سے یہ شکوہ آیا کہ وہ واضح طریقے سے شان نزول بیان نہ کر پائے۔[12]

11۔ *Islam and modernity*, 5- 7.

12 - *Islam and moderny*,17

اس لئے ڈاکٹر صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس سب سے پہلے تو شان نزول کی درست تفہیم حاصل کی جائے پھر اس کے ذریعے قرآنی تعلیمات کا عموم اخذ کیا جائے اور ایک جو اس عموم سے قواعد اخذ ہوں ان سے ہر زمانے کے حالات کے مطابق حل نکالا جائے۔[13]

اسی کو اصول حرکت کا نام دیا جاتا ہے۔

But still the strictly legislative portion of the Quran is relatively quite small.[14]

ترجمہ: لیکن پھر بھی قرآن کا سختی سے قانون سازی والا حصہ نسبتاً بہت چھوٹا ہے۔

اس لئے وہ زور دیتے ہیں کہ قرآنی احکام کی روح کو سمجھیں اور اس کے لئے تقدیم و تاخیر کا خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے تاکہ جامع و مانع ہدایت کا حصول ممکن ہو سکے اور جو حصہ لفظی ہدایات پر مشتمل ہے اس کا بھی قرآنی روح کے فہم کے لئے بغور جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

The different but also similar responses of Quran to different but also similar situation had to be bought together for a comparative study, but further it had to be set out as to which command has earlier in time and which was later.[15]

ترجمہ: قرآن کے مختلف بلکہ ملتے جلتے جوابات کو تقابلی مطالعہ کے لیے ایک ساتھ خرید ناپڑا، لیکن آگے یہ بھی طے کرنا تھا کہ کون سا حکم وقت سے پہلے ہے اور کون سا بعد میں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس نظریہ اور رجحان سے قرآن پاک کے الفاظ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے جس کا وہ برملا اظہار کر سکتے ہیں اور صورتحال غیر یقینی ایسی بنادیتے ہیں کہ وہ کسی چیز کا انکار بھی نہیں کرنے مگر ماننے کو تیار بھی نہیں ہیں۔ جیسا کہ شان نزول کو مانتے بھی ہیں مگر مفسرین پر عدم اعتماد پیدا کر کے قولاً نہ صحیح مگر عملاً انکار بھی کرتے ہیں۔

سنت سے استدلال

حدیث و سنت اور اجماع کے حوالہ سے ڈاکٹر صاحب نے جو رجحان پیش کیا اس پر ان کو شدید اختلاف کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے پہلے تو ڈاکٹر صاحب نے حدیث اور سنت میں فرق کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک سنت ایک عملی تصویر کا نام ہے۔ اس حوالہ سے رائج رجحانات کو درست نہیں مانتے۔ مثلاً اکے بقول سنت قابل تقلید نمونہ ہے۔ عمل کا معیار ہے، معیار ہونے کی وجہ سے اس میں تسلسل ہوتا ہے۔ جو ڈاکٹر صاحب نے مفہوم لیا اس پر لغت اور مستشرقین کی آراء بھی بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

Suna realy means the setting of an example which a view that it would or should be followed.[16]

ترجمہ: سُنّۃ کا اصل مطلب ایک مثال قائم کرنا ہے جس کی پیروی کی جائے یا اس پر عمل کیا جائے۔

---

[13]- Ibid,.,20.

[14] - Fazalur Rahman, *Islam* (Chicago: University of Chicago Press, 1965), 69.

[15] -Ibid., 69.

[16] -*Islam and modernty*,17

ڈاکٹر صاحب سنت سے مراد وہ امور لیتے ہیں کہ جس پر صحابہ کرام کے ادوار میں عمل رہا ہوتا رہا۔ لہٰذا وہ جاری طریقہ سنت کہلائے گا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ وفات تک اپنے مخاطبین اور عرب کی اخلاقی اصلاح اور ریاست جدید کی تشکیل کی جدوجہد میں بہت مصروف تھے۔ اس لئے ان کے پاس جزوی قوانین مرتب کرنے کا وقت نہ تھا۔ اس لئے بعض معاملات صحابہ کرام خود اپنی فہم سے حل کر لیتے بعض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم معمولی تبدیل فرمادیتے۔ کبھی جواب وحی سے ہوتا، کبھی حضور کی رائے سے اور کبھی باہمی مشورے سے معاملات حل کئے جاتے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو مکمل حرف بہ حرف قانون کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ البتہ ان واقعات کو نئے قوانین مرتب کرنے میں نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

Thes these cases could be be taken as normative profhetic examples and crazy presidents but not strictly and literally[17]

ڈاکٹر صاحب کے مطابق ابتدائی دور میں بلاشبہ احادیث موجود تھیں۔ خود رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ مگر اس دور میں تدوین حدیث باقاعدہ عمل میں آئی ہو اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ لہذا جو امت میں صحیح طور پر باقی رہا وہ سنت تھی جسے ہم زندہ اور اور جاری سنت کہتے ہیں۔ جس کا تعلق روزمرہ زندگی کے ساتھ ہے اور جس کو امت نے عملاً قبول کیا۔[18] ڈاکٹر صاحب صحابہ کرام کے واقعات کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سنت کے مفہوم میں عملی تواتر کا مفہوم شامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو اپنے افعال کے بارے میں جستجو ہوئی مگر اس مرحلہ پر تدین حدیث کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت جو احادیث موجود تھیں وہ عملاً کافی تھیں۔ یعنی ان سے امت کا عمل تشکیل پایا اور امت کے لئے وسعت دیکر عملی سانچے میں ڈھال دیا لیا گیا۔ لہٰذا حکومت و قضاء نے اس کو آزادانہ انداز میں تعمیر کیا یہ وہی ہے جسے ہم نے جاری اور زندہ سنت کہا۔[19] ڈاکٹر صاحب کا نبی اکرم ﷺ کے فرامین کو آپ ﷺ کی رائے قرار دینا اس بات کا واضح ثبوت کہ موصوف نبی اکرم ﷺ کے فرامین کو ان کی ذاتی رائے خیال کرتے ہیں۔ جو کہ ارشاد باری تعالیٰ کی واضح نص کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ۔اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیۙ[20] وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو وحی ہے اُنہیں کی جاتی ہے

معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے فرامین کی حیثیت بھی وحی کی ہی ہے۔ اگرچہ وہ قرآن پاک کا حصہ نہیں ان کی حیثیت وحی متلو کے بجائے غیر متلو کی ہے۔ اگر حضور ﷺ کے اقوال وافعال کی اہمیت ہی نہ ہو تو پھر حضور ﷺ کی اتباع کیسے ممکن ہو گی جب کہ قرآن پاک میں بارہا اس کا حکم موجود ہے۔

---

[17]۔ Ibid.,11.

[18]۔ڈاکٹر فضل الرحمان، **سنت اور حدیث: تصور سنت پر تفصیلی بحث**، "فکر و نظر" جلد 1، شمارہ 4-3، (1963ء)، 8-9۔

[19] *Islam and modernty*, ,32.

[20] -النجم 53:3-4

حدیث سے استدلال

حدیث کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کا رجحان یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے دوران حدیث میں برابر اضافہ ہوتا رہا اس وجہ سے سنت سے زیادہ حدیث کا اثر بڑھ گیا۔اسی پس منظر میں امام شافعی نے سنت کی جگہ حدیث کو دینے کی مہم چلائی جو کہ کامیاب بھی ہوئی۔[21]

ڈاکٹر صاحب نے اس کو اسلامی نظام کی ہیئت کو تبدیل کرنا قرار دیا۔

The Hadith movement which represent the new change in the religious structure of Islam as a discipline and whose milestone as alshafi's activity in law and legal Hadith demand by its very nature that Hadith should expend and that ever new Hadith should continue to come into existence in new situations to face novel problem social ,moral religious, etc. [22]

ترجمہ: حدیث کی تحریک جو ایک نظم وضبط کے طور پر اسلام کے مذہبی ڈھانچے میں نئی تبدیلی کی نمائندگی کرتی ہے اور جس کے قانون اور قانونی حدیث میں الشافعی کی سرگرمی کا سنگ میل اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حدیث کو واضح کرنا چاہئے اور یہ کہ ہمیشہ نئی حدیث وجود میں آتی رہے گی۔نئے مسائل کا سامنا کرنے والے حالات سماجی،اخلاقی مذہبی،وغیرہ

ڈاکٹر صاحب اپنی اس رائے کے لئے یہ دلیل دیتے ہیں

It is well now and admitted by the classical traditionists themselves that moral maxims and edifying statement and aphorisms may be attributed to the profit irrespective of weather this attribution is strictly historical or not .It was legal and dogmatic Hadith I.e: that concering belief and practice which must "strictly speaking" belong to the prophet. [23]

ترجمہ: یہ بات اب ٹھیک ہے اور خود کلاسیکی روایت پسندوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اخلاقی حد تک اور اصلاحی بیانات کو منافع سے منسوب کیا جا سکتا ہے خواہ موسم کچھ بھی ہو یہ انتساب قطعی طور پر تاریخی ہے یا نہیں۔"سختی سے بولنا" کا تعلق نبی سے ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر فضل الرحمان نے حدیث اور سنت میں یہ بھی فرق کیا ہے کہ سنت کا کبھی کوئی منکر نہیں رہا۔حتی کہ خوارج و معتزلہ بھی سنت کے قائل تھے۔البتہ جب سنت نے حدیث کی شکل اختیار کی تو اختلافات نے جنم لیا لیکن تمام احادیث کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ورنہ ساڑھے تین سو سالہ سالوں کے زمانے میں دوری کی وجہ سے ایسا خلا آجائے گا کہ جس سے قرآن پاک کے ضائع ہونے کا بھی خدشہ ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تاریخ سے متعلق احادیث میں اور فقہی و کلامی مسائل پر مشتمل احادیث میں فرق کیا جائے،اول کی صحت و حفاظت شبہات سے بالاتر ہے جبکہ ثانی میں اکثر شبہات موجود ہیں۔[24]

---

[21] *Islam and modernty*,32.

[22] Ibid.,44.

[23] -Ibid.,44.

[24]-ڈاکٹر فضل الرحمان،**سنت اور حدیث**،"فکر و نظر" جلد 1،شمارہ 7-8،(1964ء)،8-9۔

ڈاکٹر صاحب احادیث کے بیشتر مجموعہ کو صحابہ کرام وتابعین کی سنت جاریہ قرار دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ذاتی اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر انفرادی آراء قائم کیں بعد میں ان پر اجماع ہو گیا۔اس حوالہ سے مختلف احادیث نقل کر کے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی۔یہ مؤقف بھی انتہائی غیر محتاط ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور ایسا مؤقف ہے کہ جس نے صحابہ کرام سے لیکر تمام محدثین وائمہ کے روایت حدیث کو مشکوک بنانے کی جسارت کی ہے۔اسی وجہ سے ان کو ایسے رد عمل کا سامنا کرنا پڑا کہ ان کا پاکستان میں رہنا محال ہو گیا۔

قیاس

قیاس کے حوالہ سے بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنا مخصوص رجحان رکھے ہیں کہ قیاس نئے ملتے جلتے مسائل کو حل کرنے کے لئے نص سے استدلال کرنے کا نام ہے لیکن اس کے لئے کوئی سوچا سمجھا نظام موجود نہیں ہے۔چنانچہ ابتدائی فقہی سکول تو آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہت دور نکل جاتے تھے اسی لئے امام شافعی نے کوشش کر کے یہ بات منوائی کہ اجتہاد اور قیاس کے بجائے سنت نبوی کو تفسیر کی بنیاد بنایا جائے.[25]

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں قیاس کو رائے کا نام دیا جاتا تھا اور انفرادی آراء کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ اختلافی آراء جمع ہو گئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کی مخالفت کی اور قیاس کو اجماع سے پہلے کا ماخذ قرار دیا۔اس مقام پر بھی انھوں نے سنت کو مشکوک کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ساتھ ہی 1400 سالہ امت کے تمام مجتہدین سے شکوہ بھی کر دیا کہ وہ قیاس کا کوئی نظام قائم نہ کر سکے

ڈاکٹر صاحب کا سود پر اجتہاد

ان کا رجحان اس حوالہ سے بھی انفرادی نوعیت کا ہے۔جس میں وہ کئی احادیث کی صحت کا انکار کرتے ہیں اور آیات کی تشریح دیگر مفسرین سے ہٹ کر بیان کر کے بینک کے سود کے لئے راہ ہموار کر کے اس کو جاری رکھنے کی تجویز دیتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ دور جدید کے معاشی نظام میں Intrest rate کو بہت اہمیت حاصل ہے۔کاروبار میں چیزوں کی قیمتیں بڑھتی گھٹتی رہتی ہیں۔جبکہ منافع کی شرح فکس ہوتی ہے ماہرین معاشیات کے نزدیک ان کو Zero کیا جا سکتا ہے. مگر اس کے لئے معیشت کا بہت مضبوط ہونا لازم ہے۔لیکن موجودہ حالات میں حکومت کے لئے ناممکن ہے کہ صرف قرض حسنہ کے ذریعے بڑے پیمانے کی ذمہ داریاں مثلاً سڑکیں، ہسپتال سکول وغیرہ پوری کرنا مشکل ہے۔اور نجی ادارے بھی یہ کام نہیں کر سکتے اس لئے ان حالات میں بینک جب تک ایک مستحکم مسلم معیشی مملکت قائم نہ ہو جائے تو اس منافقت کو ختم کرنا بہت بڑی غلطی ہو گی۔[26]

As long our society has not been reconstructed on the Islamic pattern outlined above It would be sucidical for the economic welfare of the society and the financial system of the country to the spirit and intentions of the Quran and sunnah to abolished bank- interest. [27]

---

[25]- *Islam and modernty*,8.

[26]- *Riba and intrest*,30.

[27] -Ibid.,41.

ترجمہ: جب تک ہمارا معاشرہ اوپر بیان کردہ اسلامی طرز پر تشکیل نہیں دیا جاتا، بینک سود کا خاتمہ معاشرے کی معاشی بہبود اور ملک کے مالیاتی نظام کے لیے قرآن وسنت کی روح اور منشاء کے لیے خودکشی کا باعث ہوگا۔

نتائج

ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ رجحانات ایسے ہیں کہ جو معاملات واضح کرنے کے بجائے ان کو مشکوک کرنے کا کام کرتے ہیں۔ یہ رجحانات ایسے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک ساری امت کو شکی نگاہوں سے دیکھا جائے کہ ان سے سنت، تفسیر، شان نزول ،اجتہاد وقیاس سب پہچانے میں کوتاہی ہوگئی ہے۔ نہ صرف فقہ اسلامی بلکہ حضور ﷺ کی سنت وحدیث کو بھی مشکوک کیا گیا اور الفاظ قرآن کی اہمیت کو بھی کم کرنے کی کوشش کی گئی حالانکہ انسانوں کے اخذ کردہ قوانین کبھی بھی قرآنی آیات کا متبادل نہیں بن سکتے۔ انھوں نے تمام معاملات عقل کے سپرد کر دیئے ہیں۔ حالانکہ تمام امور شرعیہ عقل کے حوالے نہیں کئے جا سکتے۔ عقل کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر عقل وحی سے اوپر کا درجہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے عقل سے کام وحی الٰہی کے تابع کر کے لیا جائے۔ اس کو مکمل آزاد چھوڑ دینا نقصان دہ ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمان کے کام میں جو مثبت پہلو سامنے آتا ہے وہ ان کا قرآن پاک کی آفاقی حیثیت تسلیم کرنے پر زور دینا اور اجتہاد کا یہ مقصد واضح کرنا کہ اجتہاد محض احکامات الٰہی کو آسان کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اجتہاد کا مقصد احکام کو واضح کرنا ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نزدیک قرآن کریم کے احکام کا بڑی گیرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے اور ان کے تاریخی وسماجی پس منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ قرآنی احکام کے قانونی بنائے منطقی اور علل کا استخراج پوری ذمہ داری کے ساتھ کیا جا سکے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہی ایک عمل مسلمانوں کا ایک نیا مستقبل تعمیر کر سکتا ہے۔